فیصلہ

پندرہواں سالانہ فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

بابت: ورچوئل کرنسی (Virtual Currency) کی شرعی حیثیت اور ان کی خرید و فروخت کا حکم

منعقدہ: ۱۸، ۱۹ ر رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۶، ۷ ر اپریل ۲۰۱۸ء (نشست اول و دوم)

بمقام: علامہ حسن رضا کانفرنس ہال، مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

....

سوال (۱) بٹ کوائن Bitcoin، وَن کوائن Onecoin اور اس طرح کی دوسری ورچوئل کرنسیاں مال ہیں یا نہیں؟ انہیں ثمن اصطلاحی قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: ورچوئل کرنسی کے متعلق جتنی معلومات حاصل ہوئیں ان کی روشنی میں بحث و تحقیق کے بعد باتفاق رائے یہ طے ہوا کہ ورچوئل کرنسی مادی نہیں اور اس کا کوئی وجود خارجی نہیں تو شرعاً وہ مال نہیں ہے کہ مال کا از قبیل اعیان ہونا ضروری ہے۔ ردالمحتار میں ہے: ”والمراد بالمال ما یمیل الیه الطبع ویمکن ادخاره لوقت الحاجة۔اھ“ [ج ۷، ص ۱۰]۔ ”المال عین یمکن احرازها وامساکها“ [ج ۶، ص ۳۹۳]۔ اور جب وہ کرنسی مال نہیں تو وہ ثمن اصطلاحی بھی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۲) جب خارج میں یہ موجود نہیں، حساً اس پر قبضہ ممکن نہیں اور مقدور التسلیم بھی نہیں تو ان کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: بیع کے لئے مبیع کا مال ہونا ضروری ہے۔ ہدایہ اور بحرالرائق میں ہے: ”البیع مبادلة المال بالمال بالتراضی“ [ج ۵، ص ۲۵۶] اور جب مذکورہ کرنسی مال نہیں ہے تو اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۳) اگر کوئی شخص یورو اور ڈالر کے ذریعہ بٹ کوائن یا وَن کوائن یا دوسری ورچوئل کرنسی کو آن لائن خریدے اور وہ ورچوئل کرنسی اس کے برقی اکاؤنٹ میں اس طور پر محفوظ ہو جائے کہ یہ جب چاہے اس میں تصرف کرے تو یہ حکماً قبضہ مانا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: باتفاق رائے یہ طے ہوا کہ ورچوئل کرنسی کا مادی طور پر کوئی وجود نہیں ہے لہٰذا اس پر قبضۂ حقیقی یا حکمی کچھ بھی متحقق نہیں ہوگا کہ قبضہ ان اشیاء میں ہوتا ہے جو از قبیل اعیان ہوں۔ احکام القرآن للعلام ابی بکر الجصاص الرازی قدس سرہ میں ہے: ”الدین هو حق لا یصح فیه قبض وانما یتاتی القبض فی الاعیان“ [ج ۲، ص ۱۶۱]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۴) وَن کوائن Onecoin میں منافع حاصل کرنے کا جو پہلا طریقہ مذکور ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب: باتفاق رائے یہ طے ہوا کہ وَن کوائن سے منافع حاصل کرنے کا پہلا طریقہ جو سوال نامہ میں تفصیل سے درج ہے ناجائز و گناہ ہے۔ اگر کسی مسلمان نے اس میں اپنا سرمایہ لگا دیا ہے تو جلد تر ہر ممکن کوشش کرکے اپنا سرمایہ واپس لے لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۵) وَن کوائن Onecoin میں منافع حاصل کرنے کے دوسرے طریقے کی تین صورتیں ہیں، ہر ہر صورت کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: وَن کوائن میں منافع حاصل کرنے کے دوسرے طریقہ کی جو تین صورتیں ہیں سوال نامہ میں مذکور وہ تمام صورتیں قمار کے حکم میں ہیں اور ناجائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال (۶) تمام ممبران کے کوائنز کو کسی مقررہ تاریخ پر دوگنا کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ جوا ہے، منافع ہے یا کیا ہے؟

الجواب: یہ قمار کے حکم میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۷) اہم سوال یہ ہے کہ اگر کوئی اس کمپنی میں صرف کوائنز حاصل کرنے کے لئے رکنیت حاصل کرلےاور **"Networking"** کے ذریعہ مزید لوگوں کو رُکن نہ بنائے تو کیا شرعاً ایسا کرنا صحیح ہوگا؟

الجواب: ایسا کرنا جائز و صحیح نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

سوال(۸) اس طرح کی کمپنیوں میں سرمایہ کاری کے جواز کی کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟ یورپ،امریکہ وغیرہ میں عوام کے ساتھ ساتھ بہت سے علماء بھی بڑی تیزی کے ساتھ اس میں سرمایہ کاری کررہے ہیں تو کیا عرف وتعامل مان کر جواز کی صورت نکل سکتی ہے؟

الجواب: اس طریقے پر نہ عرف ہے اور نہ تعامل تو بر بنائے عرف وتعامل جواز کی کوئی صورت بھی نہیں ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

فیصلہ

پندرہواں سالانہ فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

بابت : مسجد نبوی اور مسجد حرام میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی شرعی حیثیت

منعقدہ: ۱۹؍رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۷؍اپریل ۲۰۱۸ء (نشست سوم)

بمقام: علامہ حسن رضا کانفرنس ہال، مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

....

سوال (۱) نمازی کے آگے سے گزرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ حرام یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی؟

الجواب: باتفاق رائے طے ہوا کہ مسجد صغیر میں نمازی کے آگے سے دیوارِ قبلہ تک بلا سترہ گزرنا سخت ناجائز و گناہ اور مکروہ تحریمی ہے۔

فقہاء نے اسی کو بطورِ تغلیظ حرام سے تعبیر فرمایا ہے۔ النہر الفائق میں ہے: ''والحاصل ان المرور بین یدیه فی الصغیر مکروہ مطلقاً'' [ج۱،ص۲۷۶]۔ اور البحر الرائق میں ہے: ''وبهذا علم ان الکراهة تحریمیة لتصریحهم بالاثم وهو المراد بقوله: وان اثم المار بین یدیه'' [ج۲،ص۴۸]۔ بہارِ شریعت میں ہے: ''مصلی کے آگے سے گزرنا بہت سخت گناہ ہے'' [حصہ سوم، ص۶۱۴]۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوارِ قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو'' [..........................]۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال (۲) مسجد کبیر و صغیر میں فقہاء کے اقوال کی روشنی میں واضح فرق تحریر فرمائیں۔

الجواب: بعض فقہائے کرام کا قول مختار یہ ہے کہ ۶۰ (ساٹھ) گز وسیع و عریض مسجد، مسجدِ کبیر ہے مگر اعلیٰ حضرت کا مختار یہ ہے کہ جو مسجد نہایت وسیع و عریض جس میں مثل صحرا اتصال صفوف شرط ہے، جیسے مسجد قدس اور مسجد خوارزم ہے، ان کے علاوہ مسجدیں، مسجدِ صغیر ہیں۔ درمختار میں ہے: ''او فی مسجد کبیر جدا الخ والمسجد وان کبر لا یمنع الفاصل الا فی الجامع القدیم بخوارزم فان ربعه کان علی اربعة آلاف اسطوانة و جامع القدس الشریف اعنی مایشتمل علی المساجد الثلاثة: الاقصی والصخرة والبیضاء کذا فی البزازیة ومثله فی شرح المنیة'' [ج۲،ص۳۳۲]۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف شرط ہے جیسے مسجد خوارزم کہ ۱۶۰۰۰؍سولہ ہزار ستون پر ہے باقی تمام مساجد اگرچہ ۱۰۰۰۰؍دس ہزار گز مکسر ہوں، مسجد صغیر ہیں اور ان میں دیوارِ قبلہ تک بلا حائل مرورنا جائز کما بیناہ فی فتاوٰینا''۔ [ج سوم، ص۴۰۱، کتاب الصلوٰۃ]۔ اسی میں ہے: ''اتصال صفوف اور حکم مرور سے متعلق فرماتے ہیں: ''ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسے جامع خوارزم کہ ۱۶۰۰۰؍سولہ ہزار ستون پر تھی یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے۔ باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلاد میں ہوتی ہیں، سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں، اگرچہ طول و عرض میں سو، سو گز ہوں'' [ج سوم، ص۵۸۶، کتاب الصلوٰۃ]۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال (۳) مسجد نبوی شریف اور مسجد حرام کیا اب توسیع و تعمیر جدید کے بعد مسجد کبیر کے حکم میں ہیں؟

الجواب: اس کے جواب میں باتفاق رائے یہ طے ہوا کہ اب مسجد نبوی اور مسجد حرام مسجد کبیر ہوگئی ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے جامع قدس کو مسجد کبیر مانا جس کا کل رقبہ ۱۴۴۰۰۰؍ایک لاکھ چوالیس ہزار مربع میٹر ہے اور مسجد نبوی اور مسجد حرام کا کل رقبہ جامع قدس کے

رقبہ سے کئی گنا زیادہ ہے کیونکہ مسجد حرام کا کل رقبہ ۳۵۶۰۰۰ رتین لاکھ چھپن ہزار مربع میٹر ہے اور مسجد نبوی شریف کا کل رقبہ ۳۶۵۰۰۰ رتین لاکھ پینسٹھ ہزار مربع میٹر ہے تو یہ دونوں مسجدیں بدرجۂ اولی مسجد کبیر ہیں ۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

سوال(۴) اور مسجد کبیر کی بنا پر کیا ان میں نمازی کے آگے سے گزرنے کی اجازت ہوگی؟

الجواب: باتفاق رائے طے ہوا کہ مسجد کبیر میں موضع سجود سے آگے گزرنا جائز ہے اور موضع سجود کا مطلب اعلیٰ حضرت نے یہ تحریر فرمایا ہے:
''موضع سجود کے یہ معنی کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع وخضوع کی طرح اپنی نگاہ ،خاص جائے سجود پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہوتو جہاں جمائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے، جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع سجود میں ہے''۔[فتاویٰ رضویہ ، ج سوم ،ص ۴۰۲] ۔لہٰذا مسجد حرام اور مسجد نبوی میں موضع سجود سے آگے بلاسترہ گزرنے کی اجازت ہے ۔واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوال(۵) اگر اجازت ہوتو کس قدر فاصلہ سے گزرنے کی اجازت ہوگی؟ اور کیا اس پر عمل ہوسکتا ہے؟

الجواب: فقہائے کرام نے مسجد کبیر میں جتنے فاصلے سے گزرنے کی اجازت دی ہے، وہی فاصلہ یہاں بھی معتبر ہے لیکن آج عام مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ اس فاصلہ کا لحاظ کرکے گزرنا محال نہیں تو دشوار اور مشکل ضرور ہے ۔واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوال(۶) طواف کے لئے مطاف تک پہنچنے اور صرف مسجد حرام میں نماز کے لئے جانے کی صورت میں گزرنے کا حکم یکساں ہوگا یا فرق رہے گا؟

الجواب: ان شاءاللہ تعالیٰ !اس کے جواب پر آئندہ سیمینار میں غور کیا جائیگا۔

سوال(۷) کیا عموم بلویٰ اور دفع حرج کی بنا پر بھی اس کی اجازت ہوسکتی ہے؟

الجواب: جب یہ تحقق ہے کہ اب یہ دونوں مسجدیں بھی مسجد کبیر ہیں تو موضع سجود کے آگے سے گزرنا مطلقاً جائز ہے ۔اس کے لئے ابتلائے عام یا دفع حرج کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ۔ہاں !اگر موضع سجود کے اندر کے علاوہ کسی اور جگہ سے گزرنے کی گنجائش نہ ہوتو وہاں سے بھی گزرنے کی اجازت ہوگی ۔الضرورات تبیح المحظورات ۔واللہ تعالیٰ اعلم ۔

سوال(۸) مسجد نبوی شریف یا مسجد حرام شریف میں نماز و دیگر عبادت کی جو فضیلت ہے وہ کس حصے سے متعلق ہے؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد کی جو حد تھی اس سے متعلق ہے یا پورے حدود حرم سے؟

الجواب: باتفاق رائے طے ہوا کہ عہدِ رسالت سے لے کر آج تک جتنا حصہ مسجد نبوی میں شامل ہوا، بلکہ آئندہ بھی شامل ہوگا، وہ سب مسجد نبوی ہے اور اس میں کہیں بھی نماز پڑھنے سے وہ فضیلت وثواب حاصل ہوگا ۔جو اصل مسجد نبوی میں عبادت کرنے کا ہے ۔ ہاں !افضل یہ ہے کہ اصل مسجد نبوی میں عبادت کی جائے ۔درمختار میں ہے:''والصحیح ان ما الحق بمسجد المدینة ملحق به فی الفضیلة نعم تحری الاول اولی وهو مئة فی مئة ذراع ذکره الملا علی فی شرح لباب المناسك''[ج ۲،ص ۴۳۳] ۔اور مسجد حرام میں عبادت کی جو فضیلت ہے وہ صرف اسی مسجد تک محدود نہیں بلکہ پورے حدودِ حرم کو شامل ہے ۔ردالمحتار میں ہے:''وذکر البیری فی شرح الاشباه فی احکام المسجد: ان المشهور عند اصحابنا ان التضعیف یعم جمیع مکة بل جمیع حرم مکة الذی یحرم صیده کما صححه النووی''[ج ۳، ص ۴۸۵] ۔واللہ تعالیٰ اعلم ۔

فیصلہ

پندرھواں سالانہ فقہی سیمینار شرعی کونسل آف انڈیا، بریلی شریف

بابت: نیلام اور اس کے تحت خریدی گئی اشیاء کا حکم

منعقدہ: ۲۰؍رجب المرجب ۱۴۳۹ھ مطابق ۸؍اپریل ۲۰۱۸ء (نشست چہارم)

بمقام: علامہ حسن رضا کانفرنس ہال، مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

....

سوال (۱) تجارت کرنے یا اسے فروغ دینے اور معاشی حالت سدھارنے یا اسے بہتر بنانے کے لئے اپنی دوکان و مکان، زمین و پلاٹ وغیرہ پر وقت حاجت یا بلا حاجت نفع دینے کی شرط پر قرض لینا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب: باتفاق رائے طے ہوا کہ بوقت حاجت شدیدہ سودی قرض لینا جائز ہے اور محض تجارت کو فروغ دینے اور معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے بینکوں سے قرض لینا اس شرط پر جائز ہے کہ لینے والے کو ظن غالب ہو کہ بینک کو انٹریسٹ (Interest) کے نام پر دی جانے والی رقم سے کہیں زیادہ نفع کمالیگا۔ یونہی اگر ظن غالب ہو کہ تجارت کے لئے بینک سے قرض نہ لینے کی صورت میں کسی طور پر قانونی دشواری میں پڑ سکتا ہے اور ایسی صورت میں اسے خطیر رقم دینی پڑیگی تو بھی بینک سے قرض لینے کی اجازت ہے۔ ردالمحتار میں ہے: ''ان مرادھم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم نظراً الی العلۃ'' [ج ۴، ص ۱۸۸]۔ فتح القدیر میں ہے: ''فالظاھر ان الاباحۃ تفید نیل المسلم الزیادۃ وقد التزم الاصحاب فی الدرس ان مرادھم من حل الربا والقمار ما اذا حصلت الزیادۃ للمسلم'' [ج ۷، ص ۳۳۹]۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال (۲) کیا نیلام شرعاً بیع ہے؟ اگر وہ بیع ہے تو وہ بیع موقوف ہے یا فاسد یا بیع بالجبر؟ جو بھی ہو، اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: بینک کے بعض عملہ سے معلوم ہوا کہ لون پاس ہونے سے پہلے ایک فارم پر لون لینے والے کو دستخط کرنا ہوتا ہے جس میں وہ بینک کو اجازت دیتا ہے کہ عدم ادائیگی کی صورت میں بینک اپنا قرض ان جائیدادوں کو بیچ کر حاصل کر لے جن کے کاغذات بینک میں جمع ہیں۔ اس تفصیل کی روشنی میں اجازت سابقہ کی بنیاد پر نیلام بیع صحیح و نافذ ہے اور جہاں پہلے سے اجازت نہ ہو وہاں بیع اجازت مالک پر موقوف ہے اور جہاں کوئی اجازت دینے والا نہ ہو، اس صورت میں نیلام بیع باطل ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''جو نیلام باجازت مالک ہے، مطلقاً جائز ہے یا بعد بیع مالک اجازت دیدے مثلاً ۱۱۰؍سو روپے قرض تھے، ۱۱۰؍ایک سو دس میں نیلام ہوا، ۱۰؍دس کہ زائد تھے، مالک کو دیے گئے، اس نے قبول کر لیے تو اب یہ جائز ہو گیا اگرچہ ابتداءً نا جائز تھا، فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ۔ اور جہاں یہ دونوں صورتیں نہ ہوں وہ عقد فضول ہے اور اجازت مالک پر موقوف رہیگا۔ اگر جائز کردے، جائز ہو جائیگا، رد کردے، باطل ہو جائیگا اور جب تک اجازت نہ دے، اس شئ میں مشتری کو تصرف حلال نہ ہوگا۔ فان العقد الموقوف لا یفید الحل، کما نص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ۔ پھر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ اس عقد کے ہوتے وقت کوئی ایسا شخص قائم ہو جسے شرعاً اس کی اجازت کا اختیار ہے ورنہ سرے سے باطل ہوگا۔ مثلاً نابالغ کا مال نصف قیمت کو نیلام کیا گیا کہ اسے تمام دنیا میں اجازت دینے والا کوئی نہیں تو ایسا عقد موقوف نہ رہیگا، ابتداءً باطل و مردود ہوگا۔ فان تصرف الفضولی حیث لا مجیز باطل اصلاً کما نص علیہ فی الدر وغیرہ۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ

اعلم"۔[ج ۷،ص ۱۳، رضا اکیڈمی]۔

بہار شریعت میں ہے:"عقد رہن میں بیع مرہون کی وکالت شرط تھی کہ مرتہن یا فلاں شخص اس چیز کو بیع کر دیگا، اس وکیل کو راہن اگر معزول کرنا چاہے، نہیں کر سکتا یعنی معزول کرے تو بھی معزول نہیں ہوگا اور یہ وکالت ایسی ہے کہ نہ راہن کے مرنے سے ختم ہو نہ مرتہن کے مرنے سے اور اس وکیل کے لئے یہ ضروری نہیں کہ راہن یا مرتہن کی موجودگی میں بیع کرے نہ یہ ضروری کہ وہ مر گئے ہوں تو ان کے ورثہ کی موجودگی میں بیع کرے"۔[حصہ ۱۷،ص ۶۱ بحوالہ ہدایہ]۔ ہدایہ اخیرین میں ہے:"واذا وکل الراھن المرتھن او العدل او غیرھما ببیع الرھن عند حلول الدین فالوکالة جائزة لانه توکیل ببیع ماله وان شرطت فی عقد الرھن فلیس للراھن ان یعزل الوکیل وان عزله لم ینعزل لانها لما شرطت فی ضمن عقد الرھن صار وصفا من اوصافه وحقا من حقوقه الا تری انه لزیادة الوثیقة فیلزم بلزوم اصله ولانه تعلق به حق المرتھن وفی العزل اتواء حقه وصار کالوکیل بالخصومة بطلب المدعی"[ص ۵۲۲، کتاب الرہن]۔

سوال (۳) نیلام میں خریدی گئی اشیاء کا استعمال اور ان کی بیع در بیع کا شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب: جن صورتوں میں بیع صحیح ہے، چاہے اجازت سابقہ کی بنیاد پر یا لاحقہ کی بنیاد پر، ان صورتوں میں نیلام میں خریدی گئی اشیاء کا استعمال اور ان کی بیع جائز و درست ہے جیسا کہ جواب نمبر ۲ ر میں نقل کی گئی فتاویٰ رضویہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ البتہ بیع موقوف کی صورت میں اگر بیع در بیع ہو گئی ہو تو ایسی صورت میں مالک جس بیع کی اجازت دیگا، وہی بیع صحیح ہوگی۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:"جو چیز بے اطلاع مالک بیچی جائے وہ بیع اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے، قبل از اجازت اگر ۱۰۰ ر سو بیعیں یکے بعد دیگرے ہوں، سب اسی کی اجازت پر موقوف رہیں گی اور قبل اجازت اس میں کوئی اسکا مالک نہ ہوگا، نہ اس کا تصرف جائز ہو، نہ اس کی قربانی ہو سکے......الی ان قال۔ ہاں! بعد اطلاع جس بیع کو وہ نافذ کر دے، نافذ ہو جائیگی جبکہ بائع و مشتری و مبیع قائم ہوں۔ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہما میں ہے:"اذا باع الرجل مال الغیر عندنا یتوقف البیع علی اجازة المالك و یشترط لصحة الاجازة قیام العاقدین والمعقود علیه"[ج ۷، ص ۵۳]۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سوال (۴) نیلام کرنے والا خواہ وہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو، یا کوئی فرد خاص ہو، کمپنی یا اس کے ذمہ داروں کا وکیل بالبیع ہو سکتا ہے؟ اور کیا اسے اشیاء کی واجبی قیمت سے کم پر نیلام کرنے یا خود ہی اسے خرید لینے کی اجازت ہوگی؟

الجواب: نیلام کرنے والے کے حق میں اگر مالک مال کی طرف سے صراحۃً یا دلالۃً توکیل پائی گئی ہے تو وہ وکیل بالبیع ہوگا ورنہ نہیں۔ اب اگر مالک کی طرف سے وکیل مطلق ہے تو صاحبین علیہما الرحمہ کے نزدیک واجبی قیمت اور معمولی نقصان کے ساتھ بھی فروخت کر سکتا ہے جبکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک معمولی نقصان کے ساتھ بھی اجازت نہیں۔ اور اگر کوئی قیمت متعین کر دی گئی ہے تو اس سے کم پر فروخت کرنا بالاجماع ناجائز ہے۔

درمختار میں ہے:"لو باع باقل منها بغبن فاحش لا یجوز اتفاقا و کذا بیسیر انه خلافاً لهما"[درمختار مع ردالمحتار، ج ۸، ص ۲۲۷]۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"والخلاف فی الوکالة المطلقة اما اذا قال بعه بمأة او بالالف لا یجوز ان ینقص بالاجماع"[ج ۳، ص ۵۸۸]۔ اور نیلام کرنے والا جب وکیل البیع ہوگا تو اسے خود خریدنا جائز نہیں اگرچہ مؤکل نے اسے خریدنے کی اجازت دے دی ہو۔ بہار شریعت میں ہے:"مؤکل نے ان لوگوں سے بیع کی صریح لفظوں میں اجازت دے دی ہو، جب بھی اپنی ذات یا نابالغ لڑکے یا اپنے غلام کے ہاتھ جس پر دین نہ ہو، بیع کرنا جائز نہیں"[ج ۳، ص ۹۰]۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔